عصرِ حاضر کا فتنہ "فرقہ پرستی" کا تدارک کتاب و سنت کے تناظر میں

Remedying the contemporary fitnah of 'sectarianism' in the context of the Quran and Sunnah

Iftikhar Ahmad
PhD Scholar Department Islamic Studies University of Malakand
Email: iftikharkhawar455@gmail.com
Shafiq Ur Rahman
Research Associate Department of Islamic studies
Riphah International University Islamabad
Email: shafiq.rahman@riphah.edu.pk
Muhammad Zubair
PhD Scholar Department Islamic Studies
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: Muhammadzuabirskt789@gmail.com

Abstract
One of the significant challenges in the present age is sectarianism, which has rendered the abilities and potential of the Muslim Ummah ineffective. Despite the unprecedented numerical strength and material resources available to Muslims today, the community appears fragmented rather than unified, making prospects for future unity seem bleak. This issue isn't new, as historical divisions based on politics, tribal affiliations, ethnicity, language, nationality, and class have plagued the Ummah.

The most alarming and detrimental division within the Ummah today stems from differences in interpretations of Islam. This division has even escalated to violence, enmity, and, distressingly, murders between opposing sects. Consequently, the Ummah is not only grappling with internal strife but also facing external threats from nations seeking to assimilate or eliminate Muslims. Immorality has permeated various aspects of our culture and society. Governments themselves are contributing to the erosion of Islamic values, shortening lifespans and promoting atheism. Additionally, Western education and civilization have led to a steady march towards materialism. Each year, there are reports of conversions from Islam to Christianity, Qadianism, and even Hinduism due to missionary activities. Secular-minded individuals and liberals of the modern era are sowing seeds of doubt about religion on a mass scale. Apart from them, certain hypocritical groups, such as those who reject Hadiths, are actively undermining the foundations of Islam."

Keywords: Muslim Ummah, Sedition, Sectarianism, Rise, Decline

فرقہ پرستی گو کہ ایک طرف مسلمانوں کے اندر بھی موجود ہے لیکن دوسری طرف اسے عالمی ہتھیار کے طور پر بھی مسلمانوں پہ آزمایا جارہاہے۔ علمی بنیادوں کو جب مسمار کیاجارہاہو تو اسے غلط استدلال میں پیش کیاجاتاہے۔ جبکہ بیرون دنیامیں بھی اس سے غلط نتائج نکالے جارہے ہیں اور اسکا استعمال منفی کیاجارہاہے۔ میڈیا، این جی اوز اور خدا و دین بے زار عناصر دراصل سرمایہ دارانہ اقدار و اداراتی صف بندی کے قیام و استحکام کے لئے شب و روز محنت کر

رہے ہیں۔ ان مصیبتوں سے بچی کچی عوام میں سے بھی ایک بڑی تعداد بے حیائی اور فحاشی کے طوفان میں بہہ جاتی ہے۔ ان دین بی زار طبقات کی کوششوں کے ذریعے ایک روائتی اسلامی معاشرے کے بجائے ایک عالمی دجالی اور سرمایہ دارانہ معاشرہ وجود میں لایا جارہاہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان دین بے زار طبقات کے گھٹیا عزائم کا سدباب کریں۔ اس آرٹیکل میں فرقہ پرستی کی اسباب اور ان کے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل پیش کیا گیاہے۔

فرقہ پرستی (لغتا)

اردو فارسی لغت کے مطابق لفظ "فرقہ" گروہ، جماعت یا دھڑے بندی کرنے والے کے معانی میں استعمال ہوا ہے 1 دوسری طرف یہ لفظ اردو لغت میں مزید تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، جس کے مطابق لفظ " فرقہ بندی " جماعت بنانا، کسی گروہ کی تنظیم وغیرہ جبکہ لفظ " فرقہ پرستی" تعصب اور تنگ نظری، اپنے مذہب (مسلک) کی طرف داری اور دوسروں کی مخالفت کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔2

فرقہ پرستی (اصطلاحا)

اختلاف ایک فطری عمل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے طبائع اور اذہان میں ایک دوسرے سے فرق رکھا ہے۔ مسلمانوں میں سیاسی اور عقائد کے معاملات پر اختلافات ہوئے ہیں لیکن ہر اختلاف سے فرقہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اختلاف رائے نہ ہونے سے امت میں جامدیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے دینی اختلافات کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔ اصولی اختلافات، یعنی امامت وخلافت کے مسئلے پر اختلاف (اہل سنت اور شیعہ)

2۔ ہنگامی اختلافات، عقائد کے مسئلے پر چند نقطہ نگاہ رکھنے والے مسالک جواب موجود نہیں (جبریہ، قدریہ وغیرہ)

3۔ فقہی اختلافات، فروعی مسائل پر فقہی مسالک مثلا اہل سنت میں ائمہ اربعہ وغیرہ

4۔ سیاسی اور قبائلی اختلافات، ابتدا میں اس کی تعداد کم تھی پھر نود کے ادوار میں کثرت کا تاثر پیدا ہو گیا۔3

فرقہ پرستی کے اسباب

دور جدید میں ہمارے ہاں آئے دن ایک فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا رہتا ہے۔ ایک دوسرے پر تبری کرتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے۔ قتل وقتال تک کی نوبت آتی ہے۔ اسی طرز عمل کے پیچھے چند بنیادی اسباب کار فرما نظر آتے ہیں۔(1)

خود اپنے بنیاد عقیدے اور دوسرے مسلک کے عقیدے کے بارے میں معلومات کی کمی اور غیر مصدقہ معلومات پر بھروسہ کرنا۔ حالانکہ نبی مکرم ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ تحقیق وثبوت کے بغیر کوئی بات قابل قبول

نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا 4(2)

ہر فارغ التحصیل بلکہ طالب علم کا اپنے آپ کو مقام افتا وقضا پر بٹھا دینا نتیجتاً وہ بہت سے مسائل میں بلا تردد و تحقیق اپنا فتویٰ صادر کر دیتا ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک جلیل القدر صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بات فرمائی تھی کہ کیا تم نے فلاں شخص کو قتل کرنے سے پہلے اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس میں ایمان تھا یا نہیں؟5 ہر صاحب علم جانتا کہ دوران جہاد ایک شخص نے عین حالت جنگ میں اپنے آپ کو قتل کئے جانے سے پہلے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے رسولؐ ہیں۔ سربراہ لشکر نے یہ سمجھا کہ یہ شخص محض جان بچانے کے لیے ایسا کہہ رہاہے اور اس کے قتل سے ہاتھ نہ روکا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس عمل کو ناپسند کیا۔ لیکن ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر کس وناکس کے بارے میں محض افواہ اور غیر مصدقہ معلومات کی بناء پر کسی تکلف وتردد یہ فتویٰ صادر کر دیتے ہیں کہ وہ منافق ہے، بدعتی ہے، وہ ضالین ہے لہٰذا اس پر ہاتھ اٹھانا جائز ہے۔ حالانکہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس انداز سے سخت منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ إذا كفر الرجل اخاه. فقد باء بها احدهما 6 جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا تو وہ واقعی کافر ہے تو ٹھیک ورنہ کہنے والے کا قول اس کی اپنی طرف لوٹ جاتا ہے۔(3)

معلوم ہوتا ہے کہ شاید بین الانسانی تعلقات کو بھی اپنی سیاسی وابستگیوں کے تابع کر دیا ہے اور جب کسی مذہب کے ماننے والوں کا کسی لادینی جماعت کے ساتھ اتحاد ہو جاتا ہے تو اپنے مسلکی اختلافات کو سیاسی وابستگی کی روشنی میں دیکھتے ہیں اگر اس سے آگے بڑھ کر کہا جائے کہ ہمارے ہوں مسلکی تشدد عموماً سیاسی عناصر کے مفادات کی روشنی میں ہوتا ہے تو غلط نہ ہو گا۔

پاکستان میں شیعہ سنی کھچاؤ کی جڑیں عموماً سیاسی مفادات رکھنے والے افراد تک پہنچتی ہیں او وہ اختلافات کو ہوا دے کر اور یا ایک دوسرے فرقہ کی پشت پناہی کر کے اپنے لیے مناسب سیاسی فضا پیدا کرتے رہتے ہیں۔ انہیں اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ اس طرح نفرتوں کی جو خلیج ہر تشدد کے عمل کے نتیجے میں گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی جواب دہی تو کرنی ہی ہو گی، خود اس دنیا میں بھی کسی وقت احتسابی عمل کے نتیجے میں انہیں اپنے کئے پر جواب دہی کرنی نہ پڑ جائے۔

دین کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد انسانی جان، خون اور رشتہ کا احترام ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایک جان کو بغیر کسی حق کے ضائع کئے جانے کو پوری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا گیا۔ اسلامی شریعت میں "جس نے کسی خون

کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی "7

قتل نفس کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایسے تشدد پسند گروہ وجود میں آگئے ہیں جو اپنے نام اور اپنی پہچان نبی پاک ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے کرنے کے باوجود وہ کام کررہے ہیں جسے خود اللہ، اللہ کے رسولؐ اور ان کے صحابہؓ نے شدت سے منع کیا ہے۔(4)

فقہی اختلافات میں تشدد کا رجحان۔ اس صورتحال کو دیکھ کر کہ مسلمان ہی نہیں ایک غیر مسلم بھی سوچتا ہے کہ کیا مسلمانوں میں فرقہ واریت، انتہاپسندی اور آپس کے جھگڑوں کا اصل سبب فقہی اختلافات کا پایا جانا ہے؟ کیا مسلمانوں کو ان کے دین نے ایسا خون آشام بنادیا ہے کہ باہمی نفرت، تصادم اور خون خرابے کے سوا ان کو کوئی شغل نہیں؟ جب ایک عام تجزیہ نگار مسلمانوں کی صورت حال کا مقابلہ غیر مسلموں کے ساتھ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ کیا سبب ہے کہ عیسائیت میں ۲۵۰ سے زیادہ علیحدہ علیحدہ چرچ اور مسلکی وفقہی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے خلاف ایسی نفرت ودشمنی نہیں پائی جاتی، جیسی کچھ ملکوں اور علاقوں میں آج مسلمانوں کے فرقوں اور مسلکوں میں پائی جاتی ہے۔

اس تاثر کو شدید بنانے میں عالمی ابلاغ عامہ کا بڑا ہاتھ ہے شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب بین الاقوامی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے حوالے سے تشدد، انتہاپسندی اور قوت کے استعمال کا ذکر اپنی سرخیوں میں نہ کرتے ہوں۔

عالمی سطح پر امت مسلمہ کے اختلافات، باہمی دشمنی اور آپس کے خون خرابے اور تشدد وقوت کے استعمال کی کہانیاں جب باربار نظروں سے گزرتی ہیں تو غیر ہی نہیں اپنوں کو بھی یقین آجاتا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کے بارے میں جو کچھ دکھایا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے وہ سچ ہی ہوگا اگر جائزہ لیا جائے تو صرف امریکہ کے بڑے بڑے شہروں نیویارک، شکاگو، لاس اینجلس وغیرہ میں جرائم کی رفتار، جس میں قتل، جنسی جرائم، چوری اور ڈاکہ ہر چیز شامل ہے، کسی ترقی پذیر ملک سے کم نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود ٹائم، نیوزویک یا ایشیاویک نیز سی این این یا بی بی سی کبھی مسافروں کو یہ مشورہ نہیں دیتے کہ ان شہروں کا سفر اختیار کرتے وقت پہلے قریبی پولیس تھانہ سے رابطہ کریں اور اس کے بعد بازار جائیں جبکہ لاہور، ملتان، کراچی میں اگر کوئی فرقہ وارانہ واقعہ وقوع پذیر ہوجائے تو اسے عموم کی شکل دیتے ہوئے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں پائی جانے والی کسی بھی درج کی تفرقہ بازی، انتہاپسندی زیر بحث آجاتی ہے اور بین السطور یہ پیغام پہنچادیا گیا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان تنگ نظر، تشدد اور انتہاپسندی اور لسانی فرقہ بندی کا شکار ہیں اور یہ بات بھی بہت شدومد سے کہی جاتی ہے کہ دینی مدارس سے فارغ علماء وآئمہ اسلام سے زیادہ

اپنے مسلک کو اہمیت دیتے ہیں اور ان کی انتہاپسندی مذہبی منافرت اور تشدد کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے بلکہ اب تو دینی درس گاہوں کو تشدد اور لاقانونیت کی تربیت گاہیں بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔

دوسری طرف یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مدارس دینیہ میں بڑی حد تک مشترک نصابی کتب کے باوجود بعض اداروں میں ایک جامد اور متشدد مسلکی ذہن کیوں تعمیر ہوتا ہے؟ جو طلبہ یہاں سے فارغ ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بعض روایتی رسموں کے بغیر ایمان نامکمل رہتا ہے اور کسی دوسرے کی نظر میں ایسی تقریبات سے دل پر ایمان کی جگہ ضلالت وگمراہی کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ بات اگر یہاں تک رہتی تو شاید نظری گفتگوؤں سے اس کا حل نکالا جاسکتا تھا لیکن نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ان میں سے بعض آئمہ وعلماء نہ صرف اپنے علاوہ دوسرے فرقے اور مسلک کی تضحیک وتذلیل منبر ومحراب سے کرتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں دوسرے مسلک کے حاملین کے خون کو بھی حلال قرار دے ڈالتے ہیں۔ ان میں بعض شقی القلب وانتہاپسند تو اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر مخالف فقہی کے افراد پر عین حالت قیام وصلوٰۃ وقیام اللیل حتیٰ کہ ماہ رمضان میں حملہ آور ہونے کو بھی "جہاد" سمجھتے ہیں اور ایسے افعال کو مسلکی فتح مندی کے رنگ میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تو مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور انہیں رحماء بینھم کا مصداق قرار دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے ان خوارج کا خون بھی مباح قرار نہیں دیا تھا جو عملاً ریاست سے باغی ہوگئے تھے۔ یہ تمام حالات اور واقعات اس بات پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں کہ اس مسئلے کی جڑ کو تلاش کیا جائے کہ آخر ٹیڑھ کہاں ہے۔

فرقہ پرستی کا علاج

اخوت اسلامی کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنا:

اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر بے شمار انعامات میں سے ایک عظیم احسان اہل ایمان کے درمیان رشتہ اخوت ومودت کا قائم فرمانا ہے۔ قرآن پاک میں اس احسان عظیم کا ذکر یوں فرمایا گیا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ 8 بلاشبہ اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس آپس میں صلح وصفائی سے رہا کرو۔

جب مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں تو ان سب کی اصل ایمان ہوئی۔ اس لیے اس اصل کی اہمیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک ہی دین پر ایمان رکھنے والے آپس میں نہ لڑیں اور ایک دوسرے کے دست وبازو وغم گسار اور مونس وخیر خواہ بن کر رہیں اور کبھی غلط فہمی سے ان کے درمیان بُعد اور نفرت پیدا ہو جائے تو اسے دور کر کے آپس میں دوبارہ جوڑ دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ9

مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے اولیاء اور رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

منافقین کی صفات مذمومہ کے مقابلے میں مؤمنین کی صفات محمودہ کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ پہلی صفت وہ ایک دوسرے کے دوست، معاون اور غمخوار ہیں۔10 جس طرح حدیث میں ہے: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا. وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ۔11 مؤمن مومن کے لیے ایک دیوار کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی کا ذریعہ ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کی انگلیوں میں ڈال کر اشارہ فرمایا۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ: مومنوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور رحم کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم تپ کا شکار ہو جاتا ہے اور بیدار رہتا ہے۔12

مزید یہ کہ اخوت کا بنیادی تقاضہ باہمی صلح، رواداری اور عدل بھی ہے چنانچہ سورۃ النحل میں ارشاد ہے: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ13 اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ عدل واحسان کو اختیار کرو اور اقربا (مال وغیرہ) کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ عدل کے مشہور معنی انصاف کرنے کے ہیں یعنی اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ انصاف کیا جائے کسی کے ساتھ دشمنی یا عناد یا محبت یا قرابت کی وجہ سے، انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ اس کے ایک دوسرے معنی اعتدال کے ہیں یعنی کسی معاملے میں افراط یا تفریط کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ دین کے معاملے میں بھی کیونکہ دین میں افراط کا نتیجہ غلو ہے جو سخت مذموم ہے اور تفریط دین میں کوتاہی ہے یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔

احسان کے ایک معنی حسن سلوک، عفو درگزر اور معاف کر دینے کے ہیں۔ دوسرے معنی تفضل کے ہیں یعنی حق واجب سے زیادہ دینا یا عمل واجب سے زیادہ عمل کرنا۔ عدل سے معاشرہ میں امن قائم ہوتا ہے لیکن احسان سے مزید خوشگواری اور اپنائیت وفدائیت کے جذبات نشو نما پاتے ہیں14۔ مذکورہ آیت کریمہ کی اہمیت کے پیش نظر دنیا کے ہر خطے میں خطبہ جمعہ کا ایک لازمی حصہ بن گئی ہے۔ صلح وآشتی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُوا۟ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنۢ بَغَتْ إِحْدَىٰهُمَا عَلَى ٱلْأُخْرَىٰ فَقَٰتِلُوا۟ ٱلَّتِى تَبْغِى حَتَّىٰ تَفِىٓءَ إِلَىٰٓ أَمْرِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا 15 اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اگر لوٹ آئے تو انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل

کرو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا 16 اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم تو کسی سائل نے پوچھا کہ یا نبی اللہ! مظلوم کی مدد تو کی جاسکتی ہے لیکن ظالم کی کس طرح مدد کروں، فرمایا کہ اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

انسانوں کا ایک دوسرا گروہ جو ضابطہ اخلاق اور عدل وانصاف کو نظر انداز کرتا ہے پھر یہ گروہ صراط مستقیم اور خالق کائنات کی بندگی کو رد کرتا ہے۔ دوسری طرف طاغوت کو، کبر وانانیت ،بغاوت وسرکشی کو ضد اور ہٹ دھرمی کو اختیار کرتا ہے۔ قرآن کریم انہیں ضالین، گمراہ اور گمراہی پھیلانے والے قرار دیتا ہے۔ یہ گروہ اہل ایمان کی مخالفت میں کمر بستہ رہتا ہے اور انہیں کبھی قوت سے اور کبھی چالاکی،لالچ، طمع وحرص اور مادی فوائد کے ذریعے ایک دوسرے کے مدمقابل لا کھڑا کرتا ہے۔ نیتجتاً اہل ایمان وتقوی عظیم اخلاقی مقام پر فائز ہونے کے باوجود کبھی رنگ، کبھی زبان، کبھی علاقیات وقبیلہ وبرادری اور کبھی جزوی فقہی اختلافات میں پڑ کر متفرق ومنتشر ہو جاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اخوت،رواداری اور عدل وانصاف کے علم بردار اہل ایمان مذہب یا انتہا پسندی، منافرت، باہمی جنگ وجدال، قتل وغارت گری کے شکار ہو جاتے ہیں۔

توسط واعتدال کی ترغیب:

نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے انسان کے فکری ومذہبی سرمائے پر چند رویوں کا غلبہ تھا اگر ایک طرف خوف تمام رویوں کو متعین کرتا تھا تو دوسری طرف امید ومسرت کے جذبے رہنمائی کرتے تھے۔ اس طرح اگر ایک طرف انتقام مسلمہ اصول تھا جس سے اجتماعی زندگی منضبط ہوتی تھی تو دوسری طرف عفو ودرگزر تھا جو فرد کی اخلاقی عظمت کی معیار متصور ہوتا تھا17۔ افراد اور معاشرے اپنی رویوں اور اصولوں کی بنیاد پر پہچانے جاتے اور منظم ہوتے۔ اسلام نے خوف ورجا اور انتقام وعفو کے درمیان اعتدال کی راہ کو اخلاقی اصول کے طور پر متعارف کرایا اور انسانوں کو انتہا پسندانہ رویوں اور ایک رخے رجحان سے نجات دلائی۔ توسط واعتدال کا اصول اخلاقی زندگی کی روح اور انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔

خوف ورجاء:

اسلام نے خوف ورجاء کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔ خوف ورجاء کو باہم مربوط کرکے ایک معتدل اور مثبت رویہ تشکیل دیا ہے وہ ایک طرف دنیا کی فنا اور زوال کا قصہ بار بار سناتا ہے کہ دل بادہ غفلت میں سرشار نہ ہو اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا وہ آخر وقت تک اللہ کے سہارے جینے کی تعلیم دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتہ کے ذریعہ یہ پیغام دیا: قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ 18 انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو بھی خوشخبری دیتے ہیں۔ آپ ناامیدوں میں سے نہ بنئے اور اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ 19 اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

عفووانتقام:

جس طرح ہر حال میں انتقام کے اصول پر عمل نہیں ہو سکتا اسی طرح عفو ودر گزر سے کام لینا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسلام نے دونوں کو جمع کرکے توسط واعتدال کی کیفیت پیدا کی ہے جس سے دونوں پر اپنے اپنے حالات میں عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ 20

انتہا پسندی کی حوصلہ شکنی

عقائد میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله إلا الحق 21 اے اہل کتاب دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق اور کچھ نہ کہو۔

غلو کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو اس کی حد سے بڑھا دینا جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا۔ انہیں رسالت وبندگی کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا اور ان کی اللہ کی طرح عبادت کرنے لگے اس طرح حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کو بھی غلو کا مظاہرہ کرتے ہوئے معصوم بنا ڈالا اور ان کو حلال وحرام کے اختیار سے نوازا۔

نبی پاک ﷺ نے عیسائیوں کے اس انتہا پسندی کو پیش نظر رکھ کر اپنی امت کو متنبہ فرمایا: لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ ، فَقُولُوا : عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ 22 کہ مجھے حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰؑ بن مریم کو بڑھایا میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم مجھے اس کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

عبادات میں:

حدیث پاک میں ہے کہ تین صحابہ کرامؓ نے نیک نیتی سے رہبانیت کا ارادہ فرمایا: أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيلَ أَبداً. وَقالَ الآخَرُ: وَأَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ أَبَداً وَلا أُفْطِرُ، وقالَ الآخرُ: وأَنَا اعْتَزِلُ النِّساءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبداً۔ یعنی ان حضرات نے فیصلہ کیا کہ ایک نے فرمایا میں آئندہ رات بھر قیام کروں گا اور نماز پڑھتا رہوں

گا، دوسرے نے کہا کہ میں مسلسل روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں شادی ہر گز نہیں کروں گا۔ جب نبی پاک ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ: لَكِنِّي أَنَا أُصَلِّي وَأَنَامُ , وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ , وَأَتَزَوَّجُ اَلنِّسَاءَ , فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي 23 یعنی فرمایا کہ میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کی نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں شادی شدہ ہوں جس نے میری سنت (طریقہ) سے منہ موڑ لیا وہ میری امت میں سے نہیں۔

اخلاقیات میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور لوگوں کے سامنے اور رخسار نہ پھیلا۔ زمین میں اترا کر اکڑ کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا24۔ ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے: ترجمہ: اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز پست کر یقیناً بد سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔25

معاشیات میں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا 26 کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔ اسراف (حد سے نکل جانا) کسی چیز میں حتیٰ کہ کھانے پینے میں بھی ناپسندیدہ ہے۔ ایک حدیث میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پیو البتہ دو باتوں سے گریز کرو اسراف اور تکبر سے۔

اللہ تعالیٰ نے تبذیر سے بھی منع فرمایا: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا 27 اسراف اور بے جا خرچ سے بچو، بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ بعض کے ہاں تبذیر کا مطلب ناجائز امور پر خرچ کرنا ہیں خواہ تھوڑا ہو۔28

رواداری وبرداشت کی ترغیب:

اسلام میں رواداری کی ترغیب دلائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ 29۔ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ رہتی دنیا تک روشن چراغ بن کر جگمگاتے رہیں گے۔ قرآن حکیم نے دیگر مذاہب کو پیش کش بھی کی جس کی نظیر مذاہب عالم کی پوری تاریخ میں نہیں۔ جیسے فرمان الٰہی ہے: کہ آؤ اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے (اس دعوت کو قبول کرنے سے) اگر منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو حکم کے تابع ہیں30

قرآن کریم کی مجسم تصویر حضرت محمد ﷺ نے ہجرت کے فورا بعد یہودیوں اور مدینہ کے ارد گرد کے مشرک قبائل کو بقائے باہمی پر امن کے ایک معاہدہ "میثاق مدینہ" میں شریک کیا۔ آپ نے مشرکین مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ صلح کیا۔ خانہ کعبہ کو مشرکوں کے قبضہ میں ہی رہنے دیا گیا۔ آپؐ نے نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ صلح کیا تو انہیں پوری مذہبی آزادی دیتے ہوئے ان کے گرجاگھروں اور کلیساؤں کی حفاظت کا خود ذمہ لیا۔ اس طرح ان کی عیسائی حکومت کو کمال رواداری سے برقرار رکھا۔ 31

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے تمام مشرکین اور کفار کو رواداری اور تحفظ کا ثبوت دیتے ہوئے معاف فرمادیا۔ بنو ثقیف کا وفد جب آپؐ سے صلح کا معاہدہ کرنے مدینہ آیا تو اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھرانے کا بندوبست کیا۔ نماز اور خطبہ کے دوران وہ مسجد میں موجود رہتے تھے حالانکہ یہ لوگ زکوۃ دیتے تھے اور نہ ہی جہاد میں شرکت کرتے تھے۔ 32

آپ ﷺ نے کمال حکمت اور رواداری سے ان کی خامیاں برداشت کیں پھر تھوڑی مدت کے بعد زکوۃ بھی دینے لگے اور جہاد میں بھی شرکت کرنے لگے۔ آپؐ نے اہل خیبر کے ساتھ رواداری کا ثبوت دیا اور ان کی زمین انہی کو بٹائی پر دیدی۔ 33

نبی پاک ﷺ کے منافقین سے چشم پوشی میں صرف ایک ہی بنیادی حکمت پنہاں تھی اور وہ یہ کہ آپؐ اپنی امت کو اپنے عمل سے یہ سنہری سبق دینا چاہتے تھے کہ نیت کی جزاوسزا کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑا جاتا ہے اور اسی بزرگ وبرتر پر ہی چھوڑا بھی جانا چاہیے۔

اس وقت امت مسلمہ کا حال یہ ہے کہ ہم اپنے فرقہ کی بنیاد پر ہی دوسرے کی نیت پر شبہ کرتے ہیں اور اسے اس کی "بدنیتی" کی سزا بھی خود ہی دینا چاہتے ہیں۔ نیت کا معاملہ اللہ پر چھوڑ کر دیکھیں تو ہمیں صاف محسوس ہوگا کہ مسلمانوں میں موجود تمام مذاہب (مسالک) ایک اللہ کی وحدانیت، ایک قرآن کی حقانیت اور ایک رسول کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں ایک جیسا کلمہ پڑھتے ہیں ایک جیسی پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں، ایک جیسے ماہ صیام کے روزے رکھتے ہیں اور ایک جیسے حج اور ایک جیسے زکوۃ کے نظام پر عمل پیرا ہیں۔ تمام مذاہب کی بنیاد اور سرچشمہ ایک جیسے ہیں کوئی بنیادی اختلاف نہیں صرف فروعی مسائل میں اختلاف کا ہونا کوئی بری بات نہیں۔

فرقہ پرستی کی بیخ کنی:

فرقہ بندی کی تردید میں تقریبا قرآن کریم کی اکیس مقامات پر مختلف سیاق میں تذکرہ موجود ہے۔ کہیں یہ بات فرمائی گئی علم وہدایت آنے کے بعد فرقوں میں نہ بٹ جاؤ34 کہیں واضح ترین الفاظ میں یہ بات سمجھائی کہ حق

سے منحرف ہونے والے بعض افراد مسجد جیسی جوڑنے والی، اعتصام بحبل اللہ35 بپا کرنے اور اخوت واحترام کرنے والی جگہ کو اہل ایمان کے درمیان ضرر وافتراق کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی طرح سورۃ النساء میں فرقوں میں نہ بٹنے کا حکم موجود ہے۔36

سورۃ الشوریٰ میں فرقہ بندی وانتہاپسندی کو ایک منفی اور سلبی عمل قرار دیتے ہوئے اقامت دین کی جدوجہد کے ذریعے تفرقہ رکھنے والی ذہنیت کو دور کرنے کی تعلیم دی گئی ہے یہاں سے یہ اصول بھی نکلا کہ اقامت دین کے لیے کوشش کرنے والی تحریکات کا ذہن فرقہ پرستی کا نہیں بلکہ دین کے حوالے سے امت مسلمہ کو جوڑنے کا ہو گا چنانچہ ارشاد ہے: اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا 37 قائم کرو دین کو اور اس میں پھوٹ (تفرقہ) نہ ڈالو۔

گویا اسلام فرقہ بندی، انتہاپسندی اور آپس میں تقسیم ہو کر جتھ بندی کی کھل کر مذمت وممانعت کرتا ہے۔ لیکن یہ سمجھنا درست نہ ہو گا کہ اسلام اختلاف رائے اور فرقہ پرستی اور تفرقہ بازی میں فرق نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام، قرآن وحدیث پر غور وحوض کے بعد خلوص نیت سے مختلف تعبیرات اور فقہی آراء قائم کرنے کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ قرآن کریم اسے محبوب ومطلوب قرار دیتا ہے۔ جہاں وہ دین کے قیام وغلبہ کے لئے اہل ایمان کی ایک جماعت کا جہاد بالسیف میں مصروف ہونا ضروری قرار دیتا ہے وہاں دوسری جماعت (گروہ) پر دینی مصادر کو سمجھنے فہم دین پیدا کرنے اور دین کی دعوت وتعلیم فرض کردیتا ہے تاکہ اسلام کی معاشی، سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی تعلیمات کی وضاحت ہو اور ان تعلیمات کی روشنی میں ایک نقشہ عمل اور حکمت عملی وضع کی جاسکے۔ سورۃ التوبۃ میں اسے تفقہ فی الدین38 کا عنوان دیا ہے۔ یہاں بھی یہ یاد رہے یہ تقسیم بھی مطلق نہیں ہے کہ مجاہدین اور فقہاء کے ہمیشہ دو الگ الگ طبقات یا گروہ ہوں، مجاہد اور عالم، دونوں اس جہاد کا حصہ ہیں۔

مسلمان پیشواؤں، آئمہ دین میں بہت دیکھا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ تفریق واختلاف ہے کیا؟ کیا یہ مرض اس صدی کا مرض ہے؟ کیا دین میں اس کی گنجائش ہے؟ کیا قرآن وسنت کے علاوہ کسی مسلک کا پیروکار ہونا بھی فلاح وکامرانی لے لیے ضروری ہے؟

قرآن کریم ہر مسلمان مرد وعورت کو حکم دیتا ہے کہ دین کا کم از کم اتنا علم حاصل کرلے کہ حلال وحرام میں فرق معلوم ہوسکے۔ حدیث میں ارشاد ہے: "حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اس لئے اس واضح حلال وحرام کا علم اس اس کی روشنی میں مشتبہ امور کو معلوم کرنے لیے تفقہ اختیار کرنا ہو گا"39

قرآن کریم کا حکم ہے عام معاملات میں مشاورت کرو اور جب قلب وذہن ایک مقام پر مطمئن دیکھو ہوجائیں تو عزم الامور کے ساتھ اللہ پر توکل کرکے اس پر عمل پیرا ہوجائیں۔ (آل عمران ۳:۵۹)

(الشوریٰ ۳۸:۴۲) کیا ہر مشورہ، ہر تحقیق اور ہر تعبیر لازمی طور پر اجماع کی شکل اختیار کرے گی؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ پورے خلوص نیت، علمی عبور اور جائزے و تجزیے کے بعد ایک سے زائد مسالک وآراء یکساں طور پر دائرہ میں ہوں جیسا کہ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت کے ساتھ پیش آیا تھا جیسے نبی پاک ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ''بنو قریظہ میں جا کر نماز عصر ادا کرنا"40

صحابہ کی ایک جماعت نے قضاء کر کے نماز پڑھی اور دوسرے گروہ نے اس آیت کی روشنی میں نماز کا وقت مقرر ہے نماز اول وقت میں پڑھی۔ آپؐ نے ان کی واپسی پر ان میں سے کسی کی گرفت نہیں فرمائی۔

ہماری تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے امام وسربراہ ہونے کے باوجود شوریٰ کے اصول کو عملا اختیار فرمایا۔ بدر میں میدان کے انتخاب 41 احد میں مدینہ سے باہر جاکر مقابلہ کرنے کا فیصلہ 42 غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کی تعمیر 43 صلح حدیبیہ کے موقع پر حکمت عملی طے کرنا۔ غرض بے شمار مواقع پر آپ ﷺ نے اپنے فیصلہ کرنے کے اختیار کی جگہ شوریٰ کو اولیت دی۔

ابھی آپ کے وصال کو چند ہی لمحات ہی گزرے تھے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان خلیفہ کے انتخاب پر اختلاف ہوا اور مختلف آراء سامنے آئیں۔ خود آپ کی تدفین کے حوالے سے اختلاف پیدا ہوا کہ تدفین کہاں پر عمل میں لائی جائے۔ ابھی ریاست کے معاملات طے ہو رہے تھے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی پر اختلاف پیدا ہو گیا، ساتھ ہی منکرین زکوٰۃ سے جہاد کے مسئلے پر صحابہ میں اختلاف کھڑا ہوا۔ یہ مسئلہ اٹھا کہ جو لوگ زکوٰۃ کے منکر ہوں مگر صلوٰۃ ادا کر رہے ہوں کیا ان پر تلوار اٹھائی جائے گی؟ ابھی یہ معاملات طے ہوئے ہی تھے کہ یہ سوال پیدا ہوا کہ جن مقامات پر جہاد کیا جا رہا ہے اور مسلم افواج بغیر کسی مقابلے کے املاک پر قابض ہو جائیں تو کیا یہ غنیمت کی طرح تقسیم ہوں گی یا اموال فئے کے لئے کوئی اور اصول اختیار کیا جائے گا جو زمینیں اس طرح زیر نگیں آئیں گی، وہ عشری ہوں گی یا خراجی۔ مختصر یہ کہ امور مملکت ہوں یا بنیادی معاشی، اعتقادی، معاشرتی وانتظامی مسائل، ہر نوع پر صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کھلے لفظوں میں فرماتی ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے فلاں معاملے میں سہو ہوا۔ اصل بات یوں ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین تعزیر کے معاملے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن کیا ان اہم اختلافات کے باوجود کئی ایک مثال ایسی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے اختلاف کیا ہو تو حضرت علیؓ نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی بند کر دی ہو؟ یا حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے بول چال بند کر دی ہو؟ یا ان کے ایمان وخلوص پر کوئی شک وشبہ کیا ہو؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں

ہے کہ جب حضرت عثمانؓ پر بیرونی افراد یلغار کرتے ہیں تو حضرت علیؓ بنفس نفیس، حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو مسلح پہرہ دینے کے لئے حضرت عثمانؓ کے گھر پر مامور کرتے ہیں۔

گویا اختلاف مسلک بجائے خود نہ تو مردود ہے اور نہ نفرت وفساد پیدا کرتا ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جب بھی مصنوعی طریقہ سے امت مسلمہ پر کسی ایک مسلک کو مسلط کرنے کا خیال پیش کیا گیا، امت مسلمہ کے خیر خواہ علماء نے اس کی مخالفت کی۔ حضرت امام مالکؒ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ انہوں نے خلیفہ وقت کی خواہش کو رد کرے ہوئے حدود مملکت میں فقہ مالکی رائج کئے جانے کی مخالفت کی اور اس معاملے کو امت مسلمہ کے شعور پر چھوڑ دیا کہ وہ جس فقہی رائے کو چاہے اختیار کرے۔

دور صحابہؓ اور بعد کے ادوار میں فقہاء علماء امت کے اختلافات کا جائزہ لیں تو واضح طور پر ان میں خلوص نیت کے ساتھ نصوص قرآن وسنت پر مبنی اختلاف کا رجحان نظر آتا ہے، یعنی وہ اپنی ذات، انا یا اپنے مرشد وشیخ کی اندھی تقلید وپیروی کرتے نظر آتے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمد الشیبانیؒ سے بڑھ کر امام ابو حنیفہؒ کا احترام ومحبت کس کے دل میں ہو گا۔ دونوں ان کے جانشین اور شاگردان رشید ہیں لیکن وہ بھی بہت سے معاملات میں اپنے استاد سے اختلاف کرتے ہیں۔ کیا اس اختلاف کی بنیاد پر وہ توہین استاد کے مرتکب قرار دیئے جائیں گے؟ گویا ہماری علمی وثقافتی روایت میں اختلاف کا نہ ہونا ایک اجنبی چیز ہے اور دلیل وبرہان کی بنا پر اختلاف ایک فطری حقیقت ہے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے آج کے معاشرے میں تحمل، رواداری، کشادہ دلی، اکرام ومحبت کا فقدان پایا جاتا ہے۔ اختلاف خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، مخالف کا خون تک بہانے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ ہماری نگاہ میں مسئلہ چاہے کتنا پیچیدہ نظر آتا ہو اگر خلوص نیت اور دیانت داری کے ساتھ اس پر غور کیا جائے تو اس کا حل نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہمیں اسے جلد از جلد اختیار کرنا ہو گا۔ منافرت، مقاطعہ، مقاتلہ اور فساد مستحکم سے مستحکم انسانی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ مسلم معاشرے میں جب بھی فروعی اختلافات کو بنیادی اہمیت دی گئی، امت مسلمہ کی ہوا اُکھڑی (اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی44 اور وہ تعداد میں کثیر ہونے کے باوجود دشمن کے لئے تر نوالہ بن گئی۔ اس لئے ہمیں خود آگے بڑھ کر اس مسئلے کو حل کرنا ہو گا۔

کیا مسئلہ بنیادی طور پر عقیدے کا ہے؟ کیا ہر مسلک کے ماننے والوں کے اللہ اور رسول مختلف ہیں؟ یا سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت اور رسولؐ کی ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں؟ کیا ہر مسلک کا کعبہ الگ ہے یا سب کا قبلہ حرم

کعبہ ہے؟ کیا کسی مسلک کے ماننے والے زکوۃ کے قائل ہیں اور کسی کے قائل ہیں؟ کیا کسی مسلک میں روزہ فرض ہے اور کسی میں نہیں؟ ان تمام اور دیگر اس جیسے سوالات پر جتنا غور کیا جائے تو بات واضح ہو جائے گی کہ بنیادی عقیدے کے لحاظ سے معروف سنی وشیعہ مسالک میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس بنا پر ان میں سے کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ چونکہ وہ فلاں جزوی معاملے میں یہ رائے رکھتے ہیں اس لیے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور اس کے ساتھ تعلقات کی نوعیت وہی ہو گی جو مرتد یا مشرک یا کفار کے ساتھ ہوتی ہے، فکر ونظر کا یہ زاویہ دین سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ کوئی شخص جو دین کا فہم رکھتا ہو ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

فرقہ پرستی کے سدباب کے لئے عملی تجاویز

نمائندہ مسالک خواہ شیعہ ہوں، دیوبندی ہوں یا بریلوی ہوں یا اہل حدیث ہوں انہیں مل کر معروضی طور پر ایک تجزیاتی عمل کے ذریعے مسئلے کا تعین کرنا ہو گا کہ اصل سبب کیا ہے؟ اس کی جڑیں کہاں تک پہنچتی ہیں؟ اور اس کے محرکات کیا ہیں؟

فقہی مسالک کے نمائندہ علماء کو ایک مرتبہ نہیں بار بار ایک مستقل فورم کی شکل میں ایک ساتھ بیٹھ کر ٹی وی اور ریڈیو پر اپنے مسلک کے ماننے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے امن عامہ کے قیام، نفرتوں کے خاتمے اور اخوت وحق کے قیام کے لئے اپنی مخلصانہ رائے دینی ہو گی، وہ دو عملی اختیار نہیں کر سکتے کہ نجی محفلوں میں یا کسی بین الاقوامی کانفرنس میں ایک مشترکہ اعلامیہ پر قیام امن اور اتحاد امت کی کسی قرارداد پر دستخط بھی کر دیئے جائیں اور ساتھ ان کے مسلک کی ایک سپاہ دوسروں کے اعوان وانصر سے نبرد آزما بھی ہو جائے۔

تشدد، قتل وغارت اور اختلافات کی پیدا کردہ منافرت کو دور کرنے کے لئے علماء اور مسالک کے رہنما افراد کو آگے بڑھ کر ایک مثبت کردار ادا کرنا ہو گا۔ یہ بات باور نہیں کی جاسکتی کہ ایک مسلک کے سربراہ تو ایک متوازن الفکر معروف عالم دین ہوں لیکن اسی مسلک کا ایک عسکری تربیت یافتہ گروہ بھی ہو جو جہاں جب چاہے شب خون مارنے کے لئے آزاد ہو۔ ظاہر ہے ایسے گروہ کی قیادت جن، بھوت یا فرشتے تو کرنے سے رہے۔ کسی مسلکی سربراہ کی رائے کے خلاف ایسے افراد کا کوئی کام کرنا عقل نہیں مان سکتی گویا کہ مسالک سربراہان کو عوامی سطح پر امن کے قیام، انسانی جان کے احترام اور قتل وغارت گری کے خاتمے کے لیے اپنا جوہری کردار ادا کرنا ہو گا اور اپنے مسلک کے پیروکار افراد کے مثبت اور منفی تمام کاموں کی ذمہ داری قبول کرنی ہو گی۔

ہمیں اس حقیقت کو ماننا ہو گا کہ انسانی مسائل کا حل تنہا قوت کے استعمال سے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے وہ مذہبی گروہ بھی جو غیر دانستہ طور پر ایک دہشت پسندانہ طرز عمل کا شکار ہو گئے ہیں، انہیں موجودہ تشدد کی ثقافت کی

گرداب سے نکلنے کے لیے جرأت مندی اور خلوص نیت کے ساتھ اصلاح حال کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔مسائل کے حل کے لئے حملے اور جوابی حملے کی جگہ عقل و دانش کو استعمال کرتے ہوئے باہمی اعتماد اور مسلکی یکجہتی کے قیام کے لیے ان تلخ دشمنوں کو دفن کرنا ہوگا جو وقتاً فوقتاً کسی کی زندگی کا چراغ گل کرنے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔آستین کا لہو زیادہ عرصہ چھپا نہیں رہتا اور جلد یا بدیر حقائق سے پردہ اٹھ کر رہتا ہے۔اس لئے متعلقہ مذہبی گروہوں کو آنے والی نسلوں کے خیال سے نفرتوں کی اس سلگتی ہوئی آگ کو بجھانا ہوگا خواہ اس عمل میں ان کے اپنے ہاتھوں پر آبلے پڑ جائیں۔

مختلف مسالک کے جید علماء کرام اور بزرگان دین کو بھی عزم کرنا ہوگا کہ وہ اپنے مسلک کو مزید بدنام نہ ہونے دیں گے اور جو دست شر انگیز ان کے مسلک کے بعض حضرات کو اپنے لئے استعمال کر رہے ہوں، ان کو پہچانتے ہوئے اس دخل اندازی کو جرأت کے ساتھ بند کرانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔لازمی طور پر ان معاملات میں حکومت کو خلوص نیت اور مکمل عزم کے ساتھ اس عمل میں برابر کا حصہ ادا کرنا ہوگا۔ایک طرف اسے اپنے اداروں کو اس غرض سے حرکت میں لانا ہوگا اور دوسری طرف عدلیہ کے احترام کو بحال کرنا ہوگا۔ابلاغ عامہ کو بھی ایک تعمیری رخ پر چلنا ہوگا اور اطلاعات کے ذریعے سنسنی پھیلا کر اپنے مذموم کاروبار کو چمکانے کی جگہ ان اداروں اور افراد کو عوام کے سامنے بے نقاب کرنا ہوگا جو انتہا پسندی کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

قومی ابلاغ عامہ کی ذمہ داری بھی اس سلسلے میں غیر معمولی طور پر اہم ہے اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ بعض علماء اس انتہا پسندی کی پشت پناہی کر رہے ہیں تو حکومتی ابلاغ عامہ (ریڈیو/ٹی وی) کو کس نے روکا ہے کہ وہ ملک کے بڑے اور چھوٹے تمام نمائندہ علماء کو یکے بعد دیگرے ٹی وی پر بلا کر خود ان سے براہ رست اس مسئلے کا حل دریافت کریں اور معروضیت اور کشادگی کے ساتھ ان کی آراء کو بھی بغیر کسی ترمیم کے نشر کریں۔یہ سمجھنا کہ اس طرح کشیدگی بڑھ جائے گی، بنیاد واہمہ ہے۔ہر فرد اپنی جماعت کے ذات کے حوالے سے خوب سمجھتا ہے کہ کس بات کے کہنے سے مثبت یا منفی تاثر پیدا ہوگا۔اس لیے براہ راست ان حضرات کا ٹی وی پر آنا خود یہ واضح کر دے گا کہ آخر اس ہنگامے کے پس پردہ کون ہے؟اگر یہ علماء اپنی بریت کا اعلان کرتے ہیں تو پھر خود بخود ظاہر ہو جائے گا کہ تشدد وانتہا پسندی کا کون ذمہ دار ہے؟اور یہ قبضہ پیدا کس نے کیا ہے؟اس قسم کے قومی اہمیت کے حساس موضوعات پر بات کھل کر ہونی چاہیے۔پس پردہ جوانمردی دکھانا اور سامنے بھولے پن کا مظاہرہ کرنا عوام کی نگاہ سے نہیں چھپ سکتا۔عوام خوب سمجھتے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے؟

قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں فرقہ پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور فرقہ واریت پیدا کرنے والے فرد اور جماعت کی مذمت کی گئی ہے۔ جو فرد یا جماعت قرآن کریم، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقوں سے ہٹ کر الگ راستہ بناتا ہے تو اسے فرقہ واریت پھیلانے والا سمجھا جائے گا۔ اجتہادی مسائل میں غور وفکر کرنا اور قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے مسائل کا حل پیش کرنا اس میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسے مسائل میں تحقیق کرنے والے کو فاسق وفاجر اور گمراہ کہا جاسکتا ہے۔ جس جگہ شرعی طور پر اختلاف کی گنجائش ہو وہاں مختلف اہل علم کی آراء کا احترام کرنا چاہیے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ یہ سب اہل سنت ہیں ان کو ایک فرقہ شمار کیا جانا چاہیے اس لیے کہ ان کا علمی اور شرعی مصادر پر اتفاق ہے۔ اور صدیوں سے علماء امت میں یہی اعتبار چلا آرہا ہے۔ اس لیے کہ ان فقہاء کے عقائد میں اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی جائز وناجائز، حلال وحرام میں کے اختلافات زیادہ ہیں۔ بلکہ ان کے اکثر اختلافات اس بارے میں ہیں کہ یہ مسئلہ سنت ہے یا نہیں۔ یعنی اصل اختلاف کسی مسئلے کی اولیت اور عدم اولیت یا بالفاظ دیگر ترجیح اور عدم ترجیح میں ہیں۔ اس لیے کہ ان کا اختلاف بنیادی طور پر نصوص کے فہم اور ترجیح میں ہونے والا اختلاف ہے اس قسم کا اختلاف شریعت کے محاسن میں سے ہے۔ مگر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے یا دنیاوی شہرت حاصل کرنے کے لیے یا اپنی الگ شناخت بنانے کے لیے فرقہ واریت پھیلانا اور دوسروں کے مسالک ومذاہب کو تنقید کا نشانہ بنانا قابل مذمت ہے۔

مصادر ومراجع

[1] مقبول بیگ بدخشانی، **فیروز اللغات، فارسی اردو:** ص777، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، طبع اول 2004ء

[2] مولوی فیروز الدین، **فیروز اللغات، اردو جامع:** ص869، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، اشاعت 1994ء

[3] سید قاسم محمود، **اسلامی انسائیکلوپیڈیا:** ص1157، شاہکار بک فاؤنڈیشن بی، 437-11-اے۔ شمالی کراچی، اشاعت 1964ء

[4] القرآن، سورۃ الحجرات 6:49

[5] مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، ابو الحسین، الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب **تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللہ،**

[6] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب **من کفر اخاہ بغیر تاویل**

[7] القرآن، سورۃ المائدۃ 32:5

[8] القرآن، سورۃ الحجرات 10:49

[9] القرآن، سورۃ التوبۃ9:17

[10] **محمد علی الصابونی، مختصر تفسیر ابن کثیر**، ج2، ص154، دارالقرآن الکریم۔ بیروت 1981ء

[11] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجامع الصحیح، کتاب الصلوٰۃ، باب **تشبیک الاصابع فی المسجد**

[12] ایضا، کتاب الادب، باب **رحمۃ الناس والبھائم**

[13] القرآن، سورۃ النحل16:90

[14] **تفسیر احسن البیان**، دارالسلام، ریاض، ص362

[15] القرآن، سورۃ الحجرات49:9

[16] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجامع الصحیح، کتاب المظالم، باب **انصر اخاک ظالما او مظلوما**

[17] خالد علوی، **انسان کامل**، ص592، الفیصل ناشر لاہور 1997ء

[18] القرآن، سورۃ الحجر15:55

[19] القرآن، سورۃ الزمر39:53

[20] القرآن، سورۃ البقرۃ2:178

[21] القرآن، سورۃ النساء4:71

[22] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء

[23] ایضا، کتاب النکاح، باب **الترغیب فی النکاح**

[24] القرآن، سورۃ لقمان31:18

[25] القرآن، سورۃ لقمان31:19

[26] القرآن، سورۃ الاعراف7:31

[27] القرآن، سورۃ بنی اسرائیل17:27،26

[28] تفسیر احسن البیان، ص732

[29] القرآن، سورۃ البقرۃ2:256

[30] القرآن، سورۃ آل عمران3:64

[31] سنن ابو داؤد، کتاب الخراج، باب **اخذ الجزیۃ**

[32] سنن ابو داؤد، کتاب الخراج، باب **ماجاء فی خبر الطائف**

[33] ابن القیم، **مختصر زاد المعاد**، نشر انصار السنۃ لاہور، ص258

[34] القرآن، سورۃ آل عمران 105:3

[35] القرآن، سورۃ التوبۃ 107:9

[36] القرآن، سورۃ النساء 103:3

[37] القرآن، سورۃ الشوریٰ 13:42

[38] القرآن، سورۃ التوبہ 122:9

[39] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب **فضل من استبر الدینہ**

[40] ایضا، کتاب المغازی، باب **مرجع النبی من الاحزاب**

[41] عبد السلام ہارون، **تہذیب سیرۃ ابن ہشام**، ص143، دار الحدیث، الکویت، 1981ء

[42] نفس المرجع، ص157

[43] ابو الحسن ندوی، **السیرۃ النبویۃ**، ص207 دار الشروق، السعودیۃ، 1977ء

[44] القرآن، سورۃ انفال 46:8